OPEN ACCESS
RUSHAD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print) : 2664-1178
ISSN (Online) : 2664-1186
Jul-Dec-2021
Vol: 1, Issue: 1
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

مولانا حافظ عثمان بن خالد مرجالوی[1]

روایت:((اقرءوا القرآن بلحون العرب وأصواتها)) کی تحقیق وتفہیم

Recitation of the Holy Quran is a deed of great reward. People of the Muslim Ummah keep enlightening their hearts with the light of Quran. In Pakistan, when reciters come from Egypt, people are very happy to hear their recitation. Objections are sometimes raised to the style of recitation of the Egyptian reciters. Protesters say Egyptian reciters recite in a musical style and they recite Quranic verses in the style of music. Those who are aware of this art and consider it permissible to read it in this way, say that there are seven places for reciting the Quran in a specific style and accent, which are called Quranic places. And these places are very different from the places of music. In fact, there are seven places for music as well. Scholars who do not consider it permissible to read in the style of music say that the places of the Quran are in fact places of music. Only these places have been renamed. This article gives you a brief overview on the opinions of both sides of scholars. Regardless of the discussion of the Quranic places, in the opinion of some people, the recitation of the Holy Quran in accordance with the rules of

[1] مدرس جامعہ اہل حدیث، چوک دال گراں، لاہور۔

Tajweed is not necessary. And in this regard, the rise nd fall in the voice of reciters are also interpreted with formality. Such views have also been reviewed.

نص الحدیث

امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَابَانَ، ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الْجَمَّالُ، نَا بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ، عَنْ حُصَيْنِ بْنِ مَالِكٍ الْفَزَارِيِّ قَالَ: سَمِعْتُ شَيْخًا وَكَانَ قَدِيمًا يُكْنَى بِأَبِي مُحَمَّدٍ، يُحَدِّثُ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ الْيَمَانِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِﷺ:«اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ وأَصْوَاتِها، وَإِيَّاكُمْ ولُحُونَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ، وَأَهْلِ الْفسقِ، فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرَجِّعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنَّوْحِ، لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ، مفتونةٌ قُلُوبُهُمْ، وقلوبُ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ»[1]

"سیدنا حذیفہ بن یمان سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قرآن کو عرب کے لہجات اور ان کی آوازوں میں پڑھو، اہل کتاب (یہود و نصاری) اور گنہگار لوگوں کی طرح نہ پڑھو۔ میرے بعد کچھ لوگ آئیں گے جو قرآن کی آواز کو حلق میں گھما کر گیت (گانا)، رہبانیت اور نوحے کے انداز میں پڑھیں گے، وہ ان کی ہنسلیوں تک (بھی) نہیں پہنچے گا، ان کے دل اور ان کے انداز کو اچھا سمجھنے والوں کے دل فتنہ زدہ ہوں گے۔"

تخریج الحدیث:[الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب (المتوفى: 360هـ)، المعجم الأوسط : 183/7 (ح: 7223) . البيهقي، أحمد بن الحسين بن علي (المتوفى: 458هـ)، شعب الإيمان: 208/4 (ح: 2406) . الجورقاني، الحسين بن إبراهيم بن الحسين بن جعفر (المتوفى: 543هـ)، الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير: 723]

تحقیق الحدیث: سب سے پہلے تو روایت کے رجال کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے:

---

[1] الطبراني، سليمان بن أحمد بن أيوب بن مطير، المعجم الأوسط، (القاهرة: دار الحرمين، س ن)، 7: 183، رقم: 7223۔

1۔امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر اور نسبت لخمی، شامی، طبرانی، کنیت ابو القاسم ہے۔ مشہور محدث و مفسر ہیں۔ 260ھ (بمطابق 873ء) کو فلسطین کے شہر بعکا میں پیدا ہوئے۔ 207ھ میں حدیث کی تعلیم کا آغاز کیا۔ موصوف کا حدیث سے شغف اور اس کی تحصیل کا ذوق دیکھ کر آپ کے والد گرامی آپ کو بغداد، کوفہ، بصرہ، شام، حجاز، مصر، یمن اور اصبہان جیسے علمی ممالک میں لے کر گئے۔ اور یہ علمی سفر تیس سال کی طویل مدت پر محیط ہے۔ امام اسحاق دبری، امام علی بن عبد العزیز بغوی اور امام نسائی رحمہم اللہ جیسے اَساطین علم سے کسب فیض کیا۔ ابن خلکان نے آپ کے (1000) اَساتذہ کا ذکر فرمایا ہے۔[1]

ابن عقدہ، ابو بکر بن مردویہ، عبد الرحمن بن احمد صفار اور ابو نعیم اصبہانی جیسی ممتاز شخصیات نے آپ کے سامنے زانوے تلمذ طے کیا۔

آپ کی بابت آپ کے تلمیذ ابن عقدہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَا أَعْلَمُنِي رَأَيْتُ أَحَداً أَعْرَفَ بِالحَدِيثِ، وَلَا أَحْفَظ لِلأَسَانِيدِ مِنَ الطَّبْرَانِي"[2]

”معرفت حدیث اور اَسانید کے اتقان میں سب سے بڑے عالم میرے علم کے مطابق امام طبرانی ہیں۔“

آپ کی تصنیفات میں

المعجم الكبير، المعجم الأوسط، المعجم الصغير، كتاب الدعاء والمناسك، مسند شعبة، مسند سفيان، الأوائل، مسند الشاميين، مكارم الأخلاق وغیرہ متداول ہیں۔ امام ذہبی نے آپ کی 76 مؤلفات کا تذکرہ کیا ہے۔ یہ علم کا سورج 360ھ (بمطابق 971ء) کو اصبہان شہر میں غروب ہو گیا۔

---

[1] ابن كثير،إسماعيل بن عمر بن كثير،أبو الفداء،البداية والنهاية،(بيروت:إحياء التراث العربي، 1998ء)،11: 270۔

[2] الجمالي،أبو الفداء زين الدين قاسم،الثقات ممن لم يقع في الكتب الستة،(مركز النعمان، يمن، 2011ء)،5: 90،رقم: 4720۔

2۔ محمد بن جابان

محمد بن جابان جندیسابوری مجہول راوی ہے، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"فَلَمْ أَجِدْ لَهُ تَرْجَمَة."[1]

"مجھے ان کے حالاتِ زندگی نہیں مل سکے۔"

3۔ محمد بن مہران جمال

ابو جعفر محمد بن مہران جمال الرازی ثقہ راوی ہیں۔ اسماعیل بن عُلیہ اور یحییٰ بن سعید القطان جیسے اساطین علم سے کسب فیض کیا۔ امام بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہم جیسے عظیم محدثین کے استاذ ہیں۔ ابو بکر الاعین فرماتے ہیں:

"مَشَايِخُ خُرَاسَانَ ثَلَاثَةٌ: أَوَّلُهُم: قُتَيْبَة بنُ سَعِيد، وَالثَّاني: مُحَمَّد بنُ مِهْرَان الرَّازِي، وَالثَّالِث:عَلِي بنُ حجْر." [2]

"خراسان کے تین مشائخ تھے: بالترتیب قتیبہ بن سعید، محمد بن مہران رازی اور علی بن حجر۔"

امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو الثقات میں شمار کیا ہے۔ 239ھ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

4۔ بقیہ بن ولید

مکمل نام: ابو محمد بقیہ بن ولید بن صائد بن کعب بن حریز حمصی ہے۔ آپ نے بحیر بن سعد اور محمد بن زیاد وغیرہ سے علم حدیث حاصل کیا۔ یزید بن عبد ربہ کے قول کے مطابق (197ھ) میں انتقال کیا۔[3]

آپ سے روایت لینے میں شعبہ بن حجاج، حماد بن زید، عبد اللہ بن مبارک اور اسحاق بن راہویہ وغیرہ قابل ذکر ہیں۔[4]

آپ کی بابت ابن سعد فرماتے ہیں:

---

1 الألباني، محمد ناصر الدين، سلسلة الأحاديث الضعيفة، (الرياض: دار المعارف، 1992ء)، 11: 422۔

2 المزي، يوسف بن عبد الرحمن بن يوسف، تهذيب الكمال في أسماء الرجال، (بيروت: مؤسسة الرسالة، 1980ء)، 26: 521۔

3 البخاري، محمد بن إسماعيل ابو عبد الله، التاريخ الكبير للبخاري، (حيدر آباد: دائرة المعارف العثمانية، س ن)، 2: 150، رقم: 2012۔

4 الخطيب البغدادي، أبو بكر أحمد، تاريخ بغداد و ذيوله، (بيروت: دار الكتب العلمية، 1417ھ)، 7: 126، رقم: 3561

"وكَانَ ثِقَةً فِيْ رِوَايَتِهِ عَنِ الثِّقَاتِ. وكَانَ ضَعِيْفَ الرِّوَايَةِ عَنْ غَيْرِ الثِّقَاتِ"[1]

"بقیہ جب ثقہ رواۃ سے روایت کریں تو ثقہ ہیں، اور جب غیر ثقہ رواۃ سے روایت کریں تو غیر ثقہ ہیں۔"

امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابو مسہر رحمۃ اللہ علیہ سے بقیہ بن ولید سے حدیث روایت کرنے کی بابت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

"اِحْذَرْ أَحَادِيْثَ بَقِيَّةَ وَكُنْ مِنْهَا عَلَى تَقِيَّةٍ فَإِنَّهَا غَيْرُ نَقِيَّةٍ"[2]

"بقیہ سے حدیث لینے سے بچو؛ کیونکہ وہ صاف (قابلِ حجت) نہیں ہیں۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کا قول عمدہ ہے، فرماتے ہیں:

" لَا بَأْسَ بِهِ إِذَا رَوَى عَنِ الْمَشَاهِيرِ ، فَإِذَا رَوَى عَنِ الْمَجْهُولِينَ فَيَجِيءُ بِأَحَادِيثَ مَنَاكِيرَ"[3]

"جب مشہور رواۃ سے روایت کریں تو (ان کی روایت لینے میں) کوئی حرج نہیں؛ لیکن جب مجہول رواۃ سے روایت کریں تو ان کی احادیث منکر ہوتی ہیں۔"

ابن عراقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"بَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيْدِ مَشْهُوْرٌ بِالتَّدْلِيْسِ مُكْثِرٌ لَهُ عَنِ الضُّعَفَاءِ يُعَانِي تَدْلِيْسَ التَّسْوِيَةِ وَهُوَ أَفْحَشُ أَنْوَاعِ التَّدْلِيْسِ"[4]

"بقیہ بن ولید مشہور مدلس اور بکثرت ضعیف رواۃ سے راویت کرتا ہے، اور تدلیس تسویہ کا شکار ہے جو کہ تدلیس کی بدترین قسم ہے۔"

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

1 ابن سعد،أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي،الطبقات الكبرى،دار الكتب العلمية، بيروت،1990ء،7 : 326،رقم: 3922

2 الجرجاني،أبو أحمد بن عدي،الكامل في ضعفاء الرجال،(بيروت:الكتب العلمية،1997ء)، 2: 259، رقم: 302

3 أبو يعلى الخليلي،خليل بن عبد الله بن أحمد بن إبراهيم بن الخليل القزويني،(رياض:مكتبة الرشد، 1409ھ)،:1: 266۔

4 ابن العراقي،أحمد بن عبد الرحيم الكردي،المدلسين،(بيروت:دار الوفاء،1995ء)،4: 37۔

"إِذَا قالَ:حَدَّثَنَا وَأَخْبَرَنَا فَهُوَ ثِقَةٌ" [1]

"بقیہ بن ولید اگر "حدثنا" یا "أخبرنا" سے روایت بیان کرے تو وہ ثقہ ہے (اگر "عن" وغیرہ سے بیان کرے تو مدلس ہے)۔"

5۔ حصین بن مالک فزازی:

مجہول راوی ہیں۔

6۔ شیخ ابو محمد:

مجہول راوی ہیں۔

7۔ حذیفہ بن یمان

سیدنا حذیفہ بن یمان معروف صحابیٔ رسول ﷺ ہیں۔ اور آپ ﷺ کے راز دان کا شرف بھی آپ کو حاصل ہے۔ اپنے والد گرامی کے ہمراہ جنگ اُحد میں بھی شریک ہوئے۔ جنگ خندق میں قریش کی جاسوسی کے لیے آپ کو بھیجا گیا۔ صحابہ کرام کے ہاں یہ بات معروف تھی کہ جس شخص کے جنازہ میں آپ شرکت نہ فرماتے تو اس کے جنازے میں احتیاط برتی جاتی۔ سیدنا عمر بن خطاب جیسے عظیم صحابی آپ سے سوال کرتے کہ میرا نام کہیں منافقین کی لسٹ میں تو نہیں لکھ دیا گیا!

سیدنا عثمان بن عفان کی شہادت کے کچھ ہی عرصہ بعد 36ھ میں داغِ مفارقت دے گئے۔

اب آتے ہیں کہ مذکورہ بالا روایت کی صحت وضعف کی بابت ائمہ کرام کی کیا آراء ہیں۔

امام جورقانی رحمہ اللہ (المتوفی:543ھ) فرماتے ہیں:

"هَذَا حَدِيثٌ بَاطِلٌ، وَأَبُو مُحَمَّدٍ شَيْخٌ مَجْهُولٌ، وَحُصَيْنُ بْنُ مَالِكٍ أَيْضًا مَجْهُولٌ وَبَقِيَّةُ بْنُ الْوَلِيدِ ضَعِيفٌ" [2]

"یہ حدیث باطل ہے، شیخ ابو محمد اور حصین بن مالک مجہول اور بقیہ بن ولید ضعیف راوی ہیں۔"

---

[1] سلسلة الأحاديث الضعيفة،1: 262۔

[2] الجورقاني،الحسين بن إبراهيم بن، أبو عبد الله،الأباطيل والمناكير والصحاح والمشاهير،(الرياض: دار الصميعي للنشر والتوزيع 2002 ء)،،2: 377۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:597ھ) فرماتے ہیں:

"هَذَا حَدِيثٌ لا يَصِحُّ وَأَبُو مُحَمَّدٍ مَجْهُولٌ وبقية يروي عن حديث الضُّعَفَاءِ وَيُدَلِّسُهُمْ" [1]

"یہ حدیث صحیح نہیں، ابو محمد مجہول راوی اور بقیہ ضعیف راوی سے حدیث بیان کر رہے ہیں اور تدلیس کرتے ہیں۔"

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"تَفَرَّدَ عَنْهُ بَقِيَّةُ لَيْسَ بِمُعْتَمَدٍ وَالْخَبَرُ مُنْكَرٌ" [2]

"اس روایت کو بیان کرنے میں بقیہ (راوی) متفرد ہے جو کہ قابلِ اعتماد نہیں، اور (یہ) روایت منکر ہے۔"

شیخ الالبانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی:1420ھ) بھی فرماتے ہیں کہ بقیہ بن ولید تدلیس تسویہ کرتا ہے۔[3]

بنابریں آپ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔[4]

شرح الحدیث

(اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ) :

ابن اثیر فرماتے ہیں:

"اَللُّحُوْنُ وَالْأَلْحَانُ: جَمْعُ لَحْنٍ: وَهُوَ التَّطْرِيْبُ وَتَرْجِيْعُ الصَّوْتِ، وَتَحْسِيْنُ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ، أَوِ الشِّعْرِ، أَوِ الْغِنَاءِ"

"لحون اور الحان لحن کی جمع ہے۔ لحن کی تعریف: گانا گانے یا شعر پڑھنے یا قرآن کی قراءت میں تحسین اور آواز کو سُر کے ساتھ حلق میں گھمانے کو لحن کہتے ہیں۔"

---

1 ابن الجوزي،عبد الرحمن بن علي ،العلل المتناهية في الأحاديث الواهية،(فيصل آباد: اداره علوم الأثريه، الطبعة الثانية1981ء)،1: 111،رقم:160۔

2 ابن حجر،أبو الفضل أحمد بن علي بن محمد،لسان الميزان،(دار البشائر الإسلامية،2002ء)،2: 319،رقم: 1307۔

3 الألباني،محمد ناصر الدين ،إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل،(بيروت: المكتب الإسلامي، 1405ھ)،3: 89۔

4 الألباني،محمدناصر الدين،ضعيف الجامع الصغير وزيادته،(بيروت:المكتب الإسلامي،س ن) :1067۔

مزید فرماتے ہیں:

"وَيُشْبِهُ أَنْ يَكُوْنَ هَذَا الَّذِيْ يَفْعَلُهُ قُرَّاءُ زَمَانِنَا بَيْنَ يَدَيِ الْوُعَّاظِ فِي الْمَجَالِسِ مِنَ اللُّحُوْنِ الْأَعْجَمِيَّةِ، الَّتِيْ يَقْرَؤُوْنَ بِهَا، مِمَّا نَهَى عَنْهُ رَسُولُ اللهِ ﷺ "[1]

"اور لحن کی ایک شکل یہ بھی ہے جو ہمارے دور میں محفلوں میں واعظین کے سامنے قرائے کرام عجمی لہجات میں قراءت کرتے ہیں، لیکن اس سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔"

(وأَصْوَاتِها)

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أَيْ: بِلَا تَكَلُّفِ النَّغَمَاتِ مِنَ الْمَدَّاتِ وَالسَّكَنَاتِ فِي الْحَرَكَاتِ وَالسَّكَنَاتِ بِحُكْمِ الطَّبِيعَةِ السَّاذَجَةِ عَنِ التَّكَلُّفَاتِ "[2]

"یعنی: مدّ اور طبعی حرکات میں نغموں والے تکلفات کے بغیر (پڑھنا)۔"

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"أَيْ: تَرَنُّمَاتِهَا الْحَسَنَةُ الَّتِي لَا يَخْتَلُّ مَعَهَا شَيْءٌ مِنَ الْحُرُوْفِ عَنْ مَخْرَجِهِ؛ لِأَنَّ ذَلِكَ يُضَاعِفُ النَّشَاطَ"[3]

"یعنی: ایسے خوبصورت ترنم میں (پڑھنا) کہ جس کے ساتھ حروف کو ان کے مخرج سے اَدا کرنے میں خرابی پیدا نہ ہو؛ کیونکہ یہ طریقہ بشاشت کو دوچند کر دیتا ہے۔"

(وَإِيَّاكُمْ ولُحُونَ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ)

دو اَہل کتاب سے مراد: یہود و نصاریٰ ہیں۔ اور وہ تورات و انجیل کو اس قدر تکلف کے ساتھ تلاوت کرتے کہ جس سے کتاب کو پڑھنا مشکل ہو جاتا تھا، جس وجہ سے عام لوگ کتاب سے دور رہتے تھے۔ اس چیز سے مسلمانوں

---

1 ابن الأثير،المبارك بن محمد أبو السعادات،جامع الأصول،(بيروت:مكتبة دار البيان،س ن)،2: 459،رقم:913؛ وانظر: النهاية في غريب الحديث والأثر،4: 242۔

2 القاري،علي بن (سلطان) محمد،أبو الحسن نور الدين الملا الهروي،مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،(بيروت-لبنان: دارالفكر،2002ء)،4: 1505،رقم:2207۔

3 المباركفوري،عبيد الله بن محمد عبد السلام أبو الحسن،الرحماني،مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،(بنارس الهند:إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء - الجامعة السلفية،1984ء)،9: 194،رقم:2229۔

کو خبر دار کیا جارہاہے کہ تم قرآن کی تلاوت کو تکلف سے نہ پڑھو۔

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

" وَكَانُوا يَقْرَؤُوْنَ كُتُبَهُمْ نَحْواً مِنْ ذَلكَ وَيَتَكَلّفُون لِذٰلِكَ "[1]

"اور یہود ونصاری اپنی کتب کو تکلف کے ساتھ ہی پڑھتے تھے۔"

مسلمانوں میں سے بھی جو شخص قرآن مجید کو تکلف کے ساتھ پڑھے گا وہ یہود ونصاریٰ کے طریقے پر چلے گا۔

جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ»[2]

"جو جس قوم کی مشابہت اختیار کرے گا وہ انھیں میں سے ہے۔"

(وَأَهْلِ الْفسقِ)

اس سے مراد فاسق لوگ ہیں۔یعنی جس طرح فاسق لوگ پڑھتے ہیں،اس انداز سے بھی روک دیا گیا۔

علامہ مبارکپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اَلّذِينَ يُخْرِجُون القرآنَ عَنْ مَوضِعِه بالتَّمْطِيط بِحَيث يَزِيْدُ أَوْ يَنْقص حَرفاً فإنَّه حَرامٌ إجماعاً."[3]

"جو لوگ قرآن کو مخارج کے بر خلاف،حروف کو اس قدر کھینچ کر اور لمبا کر کے پڑھتے ہیں کہ الفاظ میں کمی وبیشی واقع ہوتی ہے۔یہ (قراءت) قطعی طور پر حرام ہے۔"

(فَإِنَّهُ سَيَجِيءُ بَعْدِي قَوْمٌ يُرَجِّعُونَ بِالْقُرْآنِ تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ):

اس میں آپ ﷺ پیشین گوئی فرمارہے ہیں کہ میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جو قرآن کو ترجیع کے ساتھ پڑھیں گے۔

"ترجیع"،"تطریب"اور"تغنی"قریب المعنی الفاظ ہیں۔جس کا حاصل یہ ہے کہ "آواز کو حلق میں گھما کر سُر اور سوز پیدا کرنا۔"

---

[1] مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،9: 194،رقم:2229۔

[2] السجستاني،أبو داود سليمان بن الأشعث،سنن أبي داود،رقم :4031۔

[3] مرعاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح،9: 194،رقم :2229۔

"ترجیع"، "تطریب" اور "تغنی" کے انداز میں قرآنِ کریم کی تلاوت کرنے کی بابت جواز وعدم جواز میں فقہائے کرام میں اختلاف ہے۔ ذیل میں ہر دو کے مؤقفات کے چند دلائل ملاحظہ فرمائیں:

مجوزین کے دلائل

1۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی "الصحیح" میں بایں الفاظ عنوان قائم کیا ہے:

"بَابُ التَّرْجِيعِ".

"ترجیع کا بیان۔"

اور اس میں سیدنا عبداللہ بن مغفل کی حدیث لائے ہیں آپ فرماتے ہیں:

«رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقْرَأُ وَهُوَ عَلَى نَاقَتِهِ أَوْ جَمَلِهِ، وَهِيَ تَسِيرُ بِهِ، وَهُوَ يَقْرَأُ سُورَةَ الفَتْحِ - أَوْ مِنْ سُورَةِ الفَتْحِ - قِرَاءَةً لَيِّنَةً يَقْرَأُ وَهُوَ يُرَجِّعُ» [1]

"میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ اپنی اونٹنی یا اونٹ پر سوار ہو کر تلاوت کر رہے تھے سواری چل رہی تھی اور آپ ﷺ سورۃ الفتح پڑھ رہے تھے (راوی نے یہ بیان کیا کہ) سورۃ الفتح میں سے پڑھ رہے تھے نرمی اور آہستگی کے ساتھ قراءت کر رہے تھے اور آواز کو حلق میں دہراتے تھے۔"

2۔ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقُرْآنِ» [2]

"جو خوش آواز سے قرآن نہیں پڑھتا وہ ہم میں سے نہیں۔"

3۔ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«لَمْ يَأْذَنِ اللَّهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِلنَّبِيِّ أَنْ يَتَغَنَّى بِالقُرْآنِ» [3]

"اللہ نے کوئی چیز اتنی توجہ سے نہیں سنی جتنی توجہ سے اس نے نبی کریم ﷺ کا قرآن بہترین آواز کے ساتھ پڑھتے ہوئے سنا ہے۔"

---

[1] البخاري، محمد بن إسماعيل، صحيح البخاري، كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ، بَابُ التَّرْجِيعِ، رقم: 5047۔

[2] ایضاً، كِتَابُ التَّوْحِيدِ، بَابُ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى: {وَأَسِرُّوا قَوْلَكُمْ أَوِ اجْهَرُوا بِهِ، إِنَّهُ......} [الملك: 14]، رقم: 7527۔

[3] ایضاً، كِتَابُ فَضَائِلِ القُرْآنِ، بَابُ مَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِالقُرْآنِ، رقم: 5023

4۔سیدنا ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

«مَا أَذِنَ اللهُ لِشَيْءٍ مَا أَذِنَ لِنَبِيٍّ حَسَنِ الصَّوْتِ يَتَغَنَّى بِالْقُرْآنِ، يَجْهَرُ بِهِ» [1]

"اللہ تعالیٰ نے (کبھی) کسی چیز پر اس طرح کان نہیں دھرا جس طرح کسی خوش آواز نبی (کی قراءت) پر جب وہ بلند آواز کے ساتھ خوش الحانی سے قراءت کرے۔"

5۔عبدالرحمن بن سائب رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں:

"قَدِمَ عَلَيْنَا سَعْدُ بْنُ أَبِي وَقَّاصٍ، وَقَدْ كُفَّ بَصَرُهُ، فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ، فَقَالَ: مَنْ أَنْتَ؟ فَأَخْبَرْتُهُ، فَقَالَ: مَرْحَبًا بِابْنِ أَخِي، بَلَغَنِي أَنَّكَ حَسَنُ الصَّوْتِ بِالْقُرْآنِ، سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: «إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ نَزَلَ بِحُزْنٍ، فَإِذَا قَرَأْتُمُوهُ فَابْكُوا، فَإِنْ لَمْ تَبْكُوا فَتَبَاكَوْا، وَتَغَنَّوْا بِهِ فَمَنْ لَمْ يَتَغَنَّ بِهِ فَلَيْسَ مِنَّا.» [2]

صحیح بخاری کی حدیث یہ ہے:

عبدالرحمٰن بن سائب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس سیدنا سعد بن ابی وقاص آئے، وہ نابینا ہو گئے تھے، میں نے ان کو سلام کیا، انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے انہیں (اپنے بارے میں) بتایا: تو انہوں نے کہا: بھتیجے! تمہیں مبارک ہو، مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم قرآن اچھی آواز سے پڑھتے ہو، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا:

"یہ قرآن غم کے ساتھ اترا ہے لہٰذا جب تم قرآن پڑھو، تو روو، اگر رو نہ سکو تو بہ تکلف روو، اور قرآن پڑھتے وقت اسے اچھی آواز کے ساتھ پڑھو، جو قرآن کو اچھی آواز سے نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" [3]

---

1 مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، كِتَابُ صَلَاةِ الْمُسَافِرِينَ وَقَصْرِهَا، بَابُ اسْتِحْبَابِ تَحْسِينِ ...:792۔

2 سنن ابن ماجه:1337، تخريج دارالدعوه: تفرد به ابن ماجه، تحفة الأشراف:3900، ومصباح الزجاجة: 469) وقد أخرجه: سنن ابی داود/الصلاة: 355 (1469] (ضعیف) اس میں راوی ابورافع، اسماعیل بن رافع ضعیف ومتروک ہیں، لیکن آخری جملہ "وتغنوا به" صحیح ہے، کیونکہ یہ صحیح بخاری میں ابو ہریرہ کی حدیث میں ہے۔

3 البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح البخاری، كِتَابُ الجَنَائِزِ، بَابُ الصَّلاَةِ عَلَى القَبْرِ بَعْدَ مَا يُدْفَنُ: 1337۔

مانعین کے دلائل

1۔پہلی دلیل تو«اقْرَءُوا الْقُرْآنَ بِلُحُونِ الْعَرَبِ»والی روایت ہے۔

2۔رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«بَادِرُوا بِالْمَوْتِ سِتًّا: إِمْرَةَ السُّفَهَاءِ، وَكَثْرَةَ الشُّرَطِ، وَبَيْعَ الْحُكْمِ، وَاسْتِخْفَافًا بِالدَّمِ، وَقَطِيعَةَ الرَّحِمِ، وَنَشْوًا يَتَّخِذُونَ الْقُرْآنَ مَزَامِيرَ يُقَدِّمُونَهُ يُغَنِّيهِمْ، وَإِنْ كَانَ أَقَلَّ مِنْهُمْ فِقْهًا»[1]

”موت سے پہلے پہلے چھ چیزوں سے بچو:بیوقوفوں کی امارت، پولیس کی کثرت، انصاف کے بکنے، خون کے بے قیمت ہو جانے، اور رشتہ داری کے ٹوٹنے، لوگ قرآنِ مجید کو بانسریوں اور گیتوں کی طرح پڑھ کر کیف و سرور میں آئیں اور کسی آدمی کو صرف اس بناپر(نماز کی امامت کے لیے) آگے کریں کہ وہ گا کر تلاوت کرتا ہے، اگرچہ وہ ان(لوگوں)میں سب کم فہم و فراست والا ہو۔“

3۔سیدنا ابن عباس سے روایت ہے، بیان فرماتے ہیں:

كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ مُؤَذِّنٌ يُطَرِّبُ,فقال رسولُ الله ﷺ:

«إِنَّ الْأَذَانَ سَهْلٌ سَمْحٌ فَإِنْ كَانَ أَذَانُكَ سَمْحًا سَهْلًا وَإِلَّا فَلَا تُؤَذِّنْ»[2]

”رسول اللہ ﷺ کا ایک مؤذن تھا جو تطریب کے ساتھ اَذان کہتا تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اَذان نہایت آسانی، نرمی اور بغیر کسی دشواری کے (کہی جاتی) ہے۔ اگر آپ کی اَذان آسانی، نرمی اور بغیر کسی دشواری کے ہو تو ٹھیک؛ وگرنہ آپ اَذان نہ کہا کریں۔“

راجح موقف کی تعیین

یہ مسئلہ تفصیل طلب ہے، طرفین کی آراء میں افراط و تفریط ہے۔ جس بناء پر کسی کا موقف بھی مبنی بر حق نہیں۔ دو باتیں قابلِ ذکر ہیں:

---

1 أحمد بن محمد بن حنبل أبو عبد الله،مسند أحمد،(القاهرة:دارالحديث،1995ء)،25: 427،رقم: 16040،حديث صحيح۔

2 دارقطني،علي بن عمر بن أحمد أبو الحسن،سنن الدارقطني،(بيروت-لبنان: مؤسسة الرسالة، 2004ء):1877، سخت ضعیف روایت ہے۔ دیکھیے:سلسلة الأحاديث الضعيفة،5: 206،رقم: 2184۔

1۔ کیا قرآنِ کریم کی تلاوت کے لیے تجوید کا جاننا ضروری ہے کہ نہیں؟

مانعین کا کہنا ہے کہ تجوید کا جاننا بالکل ضروری نہیں، حروف کی اَدا جیسی بھی ہو کفایت کر جائے گا۔ مزید براں اس قدر وسعت ہے کہ کوئی جس لہجہ میں چاہے تلاوت کر لے، یہاں تک مختلف پنجابی لہجات میں بھی تلاوت کی جاسکتی ہے۔

جبکہ مجوزین کے ہاں اتنی شدت ہے کہ تجوید کا علم حاصل کیے بغیر تلاوت کی ہی نہیں جاسکتی، بصورتِ دیگر قاری گنہگار ہو گا۔

ابن جزری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"وَالأَخْذُ بِالتَّجْوِيدِ حَتْمٌ لازِمُ مَنْ لَمْ يُجَوِّدِ الْقُرَآنَ آثِمُ"[1]

”اور تجوید کا حاصل کرنا حتمی طور پر لازم ہے۔ جو قرآن کو تجوید کے ساتھ نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے۔“

درمیانی رائے یہ ہے کہ قرآن کی تلاوت کرنے والے ہر صاحب پر تجویدی قواعد کا سیکھنا لازم نہیں ہے؛ لیکن تلاوت کے وقت حروف کا واضح کرکے پڑھنا وغیرہ بہر حال ضروری ہے۔

شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمۃ اللہ علیہ سے ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

السؤال: "فضيلة الشيخ! بعض علماء التجويد قالوا: إن قراءة القرآن بالتجويد واجبة، فما صحة قولهم؟"

الجواب: "الصحيح أن قراءة القرآن بالتجويد ليست واجبة، وأن التجويد ليس إلا لتحسين القراءة فقط، فإذا قرأ الإنسان قراءة أوضح فيها الحرف وجعله محركاً بما هو محركٌ به فإن هذا كافٍ، فأما قوله: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ [المزمل:4] فليس معناها جوّده، بل المعنى اقرأه على مهل."

”سوال: شیخ گرامی! بعض علمائے تجوید کا کہنا ہے کہ قرآن کو تجوید (کے قواعد) کے ساتھ پڑھنا واجب ہے، ان کی یہ بات کہاں تک درست ہے؟

---

[1] ابن الجزري، شمس الدين أبو الخير، محمد بن محمد بن يوسف، المقدمة الجزرية، دار المغني للنشر والتوزيع، 2001ء): 11۔

جواب: درست بات یہی ہے کہ قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا واجب نہیں ہے۔ اور تجوید کا مطلب تلاوت کی خوبصورتی کے سوا کچھ نہیں۔ جب انسان قراءت کرے کہ حروف واضح (کر کے ادا) کرے، حرکت والے حرف کو حرکت دے تو اتنا ہی کافی ہے۔ رہی بات اللہ تعالیٰ کے فرمان کہ ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلاً﴾ "تو اس کا معنی یہ نہیں کہ تجوید کے ساتھ پڑھو؛ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔"

2۔ کیا قرآنِ کریم کو خوبصورت انداز میں پڑھا جا سکتا ہے کہ نہیں؟

مانعین چونکہ تطریب و تغنی کو صرف گانے بجانے پر محمول کرتے ہیں، بنابریں ان کے ہاں قرآنِ کریم کو خوبصورت لہجات میں پڑھنا درست نہیں۔

اور مجوزین تطریب و تغنی کو صرف قرآن کے ساتھ خاص سمجھتے ہیں، اس بناء پر ان کے ہاں تکلف وعدم تکلف کی تفریق کے بغیر قرآن کو خوبصورت انداز میں ہی پڑھا جا سکتا ہے۔

درمیانی رائے یہ ہے کہ یک طرفہ دلائل کو مدنظر رکھ کر فیصلہ نہیں کیا جاتا۔ بلکہ جملہ دلائل سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ قرآنِ مجید کو خوبصورت آواز میں پڑھنا چاہیے، اور تلاوت میں ہر قسم کے تکلف سے بچنا چاہیے۔ خشوع و خضوع اور رقت آمیز انداز میں پڑھنا چاہیے؛ تاکہ قاری وسامع دونوں پر تلاوت کا اثر ہو۔ حروف کی ادا اس طرح ہو کہ الفاظ اور معنی میں التباس کا خدشہ باقی نہ رہے۔

اس موقف کے حاملین بعض اعلام کی عبارات نقل کی جاتی ہیں:

4۔ امام ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: 974ھ) فرماتے ہیں:

"قَالَ أَئِمَّتُنَا: لَا بَأْسَ بِقِرَاءَتِه بِالأَلْحَانِ الموضُوعَة إن لمْ يفْرط؛ لِأَنَّهَا تَزِيدُ فِي تحسِيْنِه، ومن ثمّ قَال جَمْع مُتقدِّمُون مِنهم: نَدَبَ الأَلحانُ في هَذِه الحَالَة، أمَّا إذَا أفْرَطَ فِي المَدّ وَالإشْبَاع فَزَادَ حَرفا أَوْ أَسْقَطَه مِن الحَرَكَة، أَو أَدْغَمَ في غَيْر موضع الإدْغَام أو مدّ مقْصُورا، أَوْ قصر مَمْدُودا أو مطَط حتى خَفِي بَعْضُ اللَّفظ والتبسَ المعْنَى، فيحْرم بل يفْسُق به القَارِئ، ويَأْثَم المُسْتمِع؛ لأنَّه عدَلَ به عنْ نهْجِه القَويمِ." [1]

---

[1] ابن حجر الهيتمي،عبد الفتاح حسين راوه المكي،فتح الإله في شرح المشكاة،7: 222،رقم:2207۔

”ہمارے ائمہ فرماتے ہیں: افراط کے بغیر اپنی تلاوت میں نکھار پیدا کرنے میں کوئی حرج نہیں؛ کیونکہ یہ تلاوت کی خوبصورتی کو دوچند کر دیتی ہے۔ اور اکثر متقدمین علمائے کرام کا بھی خیال ہے کہ اس حالت میں مختلف الحان (لہجات) میں پڑھنا مندوب (ومستحسن) ہے۔ لیکن جب مدّ وغیرہ میں افراط (زیادتی) کی جائے کہ کوئی حرف زیادہ ہو جائے یا کسی حرف کی حرکت ختم ہو جائے، یا ایسی جگہ ادغام ہو جائے جو اس کا محل نہیں، یا کوئی مدّ لمبی ہو جائے یا چھوٹی ہو جائے، یا حروف کو اس قدر زیادہ کھینچ کر اور لمبا کر کے اَداء کیا جائے کہ بعض الفاظ کا تلفظ ختم ہو جائے اور معنیٰ ملتبس ہو جائے۔ تو یہ صورت حرام ہے، بلکہ اس طرح پڑھنے (تلاوت کرنے) والا فاسق ہو گا، اور سننے والا بھی گنہگار ہو گا؛ کیونکہ یہ اصل طریقے سے ہٹ کر ہے۔“

5۔ امام ابن القیم الجوزیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں مفصل بحث پیش کرنے کے بعد خلاصۃ فرماتے ہیں:

"التَّطْرِيبُ وَالتَّغَنِّي عَلَى وَجْهَيْنِ"

”تطریب اور تغنی کی دو قسمیں ہیں:

"أَحَدُهُمَا: مَا اقْتَضَتْهُ الطَّبِيعَةُ وَسَمَحَتْ بِهِ مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ وَلَا تَمْرِينٍ وَلَا تَعْلِيمٍ، بَلْ إِذَا خُلِّيَ وَطَبْعَهُ، وَاسْتَرْسَلَتْ طَبِيعَتُهُ جَاءَتْ بِذَلِكَ التَّطْرِيبِ وَالتَّلْحِينِ فَذَلِكَ جَائِزٌ، وَإِنْ أَعَانَ طَبِيعَتَهُ بِفَضْلِ تَزْيِينٍ وَتَحْسِينٍ كَمَا قَالَ أَبُو مُوسَى الْأَشْعَرِيُّ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ («لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكَ تَسْمَعُ لَحَبَّرْتُهُ لَكَ تَحْبِيرًا») . وَالْحَزِينُ وَمَنْ هَاجَهُ الطَّرَبُ وَالْحُبُّ وَالشَّوْقُ لَا يَمْلِكُ مِنْ نَفْسِهِ دَفْعَ التَّحْزِينِ وَالتَّطْرِيبِ فِي الْقِرَاءَةِ، وَلَكِنَّ النُّفُوسَ تَقْبَلُهُ وَتَسْتَحْلِيهِ لِمُوَافَقَتِهِ الطَّبْعَ، وَعَدَمِ التَّكَلُّفِ وَالتَّصَنُّعِ فِيهِ فَهُوَ مَطْبُوعٌ لَا مُتَطَبَّعٌ، وَكَلَفٌ لَا مُتَكَلَّفٌ، فَهَذَا هُوَ الَّذِي كَانَ السَّلَفُ يَفْعَلُونَهُ وَيَسْتَمِعُونَهُ، وَهُوَ التَّغَنِّي الْمَمْدُوحُ الْمَحْمُودُ، وَهُوَ الَّذِي يَتَأَثَّرُ بِهِ التَّالِي وَالسَّامِعُ، وَعَلَى هَذَا الْوَجْهِ تُحْمَلُ أَدِلَّةُ أَرْبَابِ هَذَا الْقَوْلِ كُلُّهَا" .

”پہلی جائز صورت: تطریب وتغنّی کی ایک ایسی صورت ہے جس کا انسانی طبیعت تقاضا کرتی ہے، اور تعلیم وتعلّم اور مشق وتکلّف کے بغیر انسانی طبع میں جاری وساری ہو جاتی ہے۔ بلکہ یوں کہہ لیں کہ جن نفسِ انسانی کے ساتھ طبعِ انسانی کو آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے تو اس سے ایک قسم کی طبعی کیفیت جاری وساری ہو جاتی ہے۔ اس سے تطریب وتلحین پیدا ہوتی ہے۔ یہ صورت جائز ہے؛ اگرچہ اس انداز میں طبعِ انسانی کی معاونت میں مزید تزئین وتحسین کی جائے (تو کوئی حرج نہیں)۔ جیسا کہ

سیدنا ابو موسیٰ اشعری نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی: ”اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ میری تلاوت سن رہے ہیں تو میں آپ کے لیے مزید مزین اور خوبصورت کر کے تلاوت کرتا۔“ اور (قاری تلاوت کرتے ہوئے) اگر برخود غم اندوز ہو یا (جنت کے نظاروں میں محو) شوق و محبت اور خوشی سے جھوم رہا ہو تو وہ (دوسرے لوگوں پر) حزن وطرب کے طاری ہونے میں مانع نہیں۔ بلکہ ہر کوئی اس کیفیت کو قبول کرتے ہوئے اس بہاؤ میں بہہ جاتا ہے، کیونکہ اس میں کوئی تکلف اور تصنع نہیں ہوتا بلکہ یہ کیفیت انسانی طبیعت اور مزاج کے موافق ہوتی ہے نہ کہ مخالف۔ تکلف سے پاک عادی ہوتا ہے، پُر تکلف اور عادت کے مخالف نہیں ہوتا۔ سلف صالحین بھی قطعی طور پر اسی انداز میں تلاوت کرتے اور سنتے تھے۔ اور یہی قابلِ مدح وستائش تغنّی ہے، اور اسی انداز سے تلاوت کرنے والا اور سننے والا ہر دو متاثر ہوتے ہیں (اور تلاوت ان کے دلوں تک اثر کرتی ہے)۔ تغنّی کے جملہ دلائل اسی صورت پر محمول کیے جائیں گے۔“

"الْوَجْهُ الثَّانِي: مَا كَانَ مِنْ ذَلِكَ صِنَاعَةً مِنَ الصَّنَائِعِ، وَلَيْسَ فِي الطَّبْعِ السَّمَاحَةُ بِهِ، بَلْ لَا يَحْصُلُ إِلَّا بِتَكَلُّفٍ وَتَصَنُّعٍ وَتَمَرُّنٍ، كَمَا يُتَعَلَّمُ أَصْوَاتُ الْغِنَاءِ بِأَنْوَاعِ الْأَلْحَانِ الْبَسِيطَةِ، وَالْمُرَكَّبَةِ عَلَى إِيقَاعَاتٍ مَخْصُوصَةٍ، وَأَوْزَانٍ مُخْتَرَعَةٍ، لَا تَحْصُلُ إِلَّا بِالتَّعَلُّمِ وَالتَّكَلُّفِ، فَهَذِهِ هِيَ الَّتِي كَرِهَهَا السَّلَفُ وَعَابُوهَا وَذَمُّوهَا وَمَنَعُوا الْقِرَاءَةَ بِهَا وَأَنْكَرُوا عَلَى مَنْ قَرَأَ بِهَا، وَأَدِلَّةُ أَرْبَابِ هَذَا الْقَوْلِ إِنَّمَا تَتَنَاوَلُ هَذَا الْوَجْهَ".

”دوسری ممنوع صورت: تطریب و تغنّی کی دوسری وہ صورت ہے جو ہنروں میں سے ایک ہنر اور فنون میں سے ایک فن کے طور پر سامنے آئے، انسانی طبیعت اس کی موافقت نہ کرے، بلکہ تکلّف، تصنع اور خوب مشق کے بعد حاصل ہو۔ جیسے نئے وضع کردہ اَوزان اور مخصوص سُروں پر مختلف بسیط و مرکب لَہجوں کے ساتھ گانے کی آوازوں کو سیکھا جاتا ہے، جو کہ صرف تعلّم اور تکلّف سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔ سلف صالحین نے یقینی طور پر اس انداز کو ناپسند کیا ہے اور اسے معیوب اور مذموم قرار دیا ہے، اس طرح پڑھنے سے روکا ہے اور پڑھنے والوں کو بُرا سمجھا ہے۔ مانعین کے دلائل اس صورت کے متعلقہ ہیں۔“

"وَبِهَذَا التَّفْصِيلِ يَزُولُ الِاشْتِبَاهُ، وَيَتَبَيَّنُ الصَّوَابُ مَنْ غَيْرِهِ، وَكُلُّ مَنْ لَهُ عِلْمٌ بِأَحْوَالِ السَّلَفِ يَعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهُمْ بُرَآءُ مِنَ الْقِرَاءَةِ بِأَلْحَانِ الْمُوسِيقَى الْمُتَكَلَّفَةِ،

الَّتِي هِيَ إِيقَاعَاتٌ وَحَرَكَاتٌ مَوْزُونَةٌ مَعْدُودَةٌ مَحْدُودَةٌ، وَأَنَّهُمْ أَتْقَى لِلَّهِ مِنْ أَنْ يَقْرَءُوا بِهَا وَيُسَوِّغُوهَا وَيُعْلَمُ قَطْعًا أَنَّهُمْ كَانُوا يَقْرَءُونَ بِالتَّحْزِينِ وَالتَّطْرِيبِ وَيُحَسِّنُونَ أَصْوَاتَهُمْ بِالْقُرْآنِ، وَيَقْرَءُونَهُ بِشَجًى تَارَةً، وَبِطَرَبٍ تَارَةً، وَبِشَوْقٍ تَارَةً، وَهَذَا أَمْرٌ مَرْكُوزٌ فِي الطِّبَاعِ تَقَاضِيهِ وَلَمْ يَنْهَ عَنْهُ الشَّارِعُ مَعَ شِدَّةِ تَقَاضِي الطِّبَاعِ لَهُ، بَلْ أَرْشَدَ إِلَيْهِ وَنَدَبَ إِلَيْهِ وَأَخْبَرَ عَنِ اسْتِمَاعِ اللَّهِ لِمَنْ قَرَأَ بِهِ." [1]

”اس تفصیل سے تغنّی کے جواز اور عدم جواز کی بابت شبہات کا ازالہ ہوتا ہے، اور جائز تغنّی و ممنوع تغنّی کی صورت واضح ہو جاتی ہے۔ سلف صالحین کے اَحوال سے واقف شخص یقینی طور پر جان سکتا ہے کہ آپ رحمھم اللہ پُر تکلف موسیقی کے لہجات میں قرآن کی تلاوت کرنے سے بری تھے، اور وہ اس انداز سے پڑھنے اور اسے جائز قرار دینے سے اللہ سے بہت ڈرتے تھے، (اور اَحوالِ سلف صالحین سے واقف شخص اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ) وہ قرآن کی تلاوت تحزین وتطریب کے ساتھ کرتے اور اپنی آوازوں کو قرآن کے ساتھ خوبصورت بناتے تھے، وہ کبھی قرآن کو پُر سوز آواز میں پڑھتے، کبھی جھومتے ہوئے (خوشی سے لبریز انداز میں) پڑھتے اور کبھی شائقین کے انداز میں پڑھتے۔ یہ انداز انسانی طبیعت میں ودیعت کر دیے گئے ہیں کہ طبعِ انسانی اسے چاہتی ہے۔ اس چاہت سے شارع نے منع نہیں کیا، بلکہ اس کی مزید ترغیب دی اور اسے قابلِ مدح وستائش قرار دیا اور بتایا کہ جو اس انداز میں پڑھے گا اللہ بھی اس کی تلاوت کو کان لگا کر سنے گا۔“

6۔ امام ابن جمرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"مَعْنَى التَّرْجِيعِ: تَحْسِينُ التِّلَاوَةِ لَا تَرْجِيعَ الْغِنَاءِ لِأَنَّ الْقِرَاءَةَ بِتَرْجِيعِ الْغِنَاءِ تُنَافِي الْخُشُوعَ الَّذِي هُوَ مَقْصُودُ التِّلَاوَةِ" [2]

”ترجیع کا معنی: تلاوت کو خوبصورت کرنا ہے، گانے والا انداز مراد نہیں؛ کیونکہ تلاوت تو گانے والا انداز خشوع کے منافی ہے جو کہ تلاوت کا اصل مقصد ہے۔“

7۔ امام ماوردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

---

[1] ابن القيم الجوزية، محمد بن أبي بكر بن أيوب بن سعد شمس الدين، زاد المعاد في هدي خير العباد، (كويت: مكتبة المنار الإسلامية، 1994ء)، 1: 474۔

[2] ابن حجر العسقلاني، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل، فتح الباري، (بيروت: دارالمعرفة، 1379ھ)، 9: 92۔

"وَأَمَّا الشَّافِعِيُّ فَإِنَّهُ عَدَلَ عَنْ هَذَيْنِ الْإِطْلَاقَيْنِ فِي الْحَظْرِ وَالْإِبَاحَةِ بِاعْتِبَارِ الألحان، فإذا أخرجت ألفاظ القرآن لمن صِيغَتُهُ، بِإِدْخَالِ حَرَكَاتٍ فِيهِ وَإِخْرَاجِ حَرَكَاتٍ مِنْهُ، يُقْصَدُ بِهَا وَزْنُ الْكَلَامِوَانْتِظَامُ اللَّحْنِ، أَوْ مَدُّ مَقْصُورٍ، أَوْ قَصْرُ مَمْدُودٍ، أَوْ مَطَطٌ حَتَّى خَفِيَ اللَّفْظُ، وَالْتَبَسَ الْمَعْنَى، فَهَذَا مَحْظُورٌ يفسق به القارىء وَيَأْثَمُ بِهِ الْمُسْتَمِعُ، لِأَنَّهُ قَدْ عَدَلَ بِهِ عَنْ نَهْجِهِ إِلَى اعْوِجَاجِهِ، وَاللَّهُ تَعَالَى يَقُولُ: ﴿قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ﴾ [الزمر: 28].

وَإِنْ لَمْ يُخْرِجْهُ اللَّحْنُ عَنْ صِيغَةِ لَفْظِهِ وَقِرَاءَتِهِ عَلَى تَرْتِيلِهِ كَانَ مُبَاحًا، لِأَنَّهُ قَدْ زَادَ بِأَلْحَانِهِ فِي تَحْسِينِهِ وَمِيلِ النَّفْسِ إِلَى سَمَاعِهِ."[1]

"امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے الحان کا اعتبار کرتے ہوئے اس کی دو قسمیں بنائی ہیں، ایک صورت ممنوع، جبکہ دوسری جائز۔ چنانچہ اگر آپ الفاظِ قرآنی کو ان کے مخارج سے اس طرح ادا کریں کہ اس میں کلام کے وزن یا آواز کی مشق کرتے ہوئے حرکات کی کمی وبیشی واقع ہو، یا کوئی مدّ چھوٹی ہو جائے یا ضرورت سے لمبی ہو جائے، یا حروف اس قدر کھینچنا کہ لفظ کا پتہ ہی نہ چلے اور معنی مشتبہ ہو جائے تو یہ صورت ممنوع ہے۔ اس طرح پڑھنے والا فاسق، اور سننے والا گنہگار ہو گا۔ کیونکہ پڑھنے والا قرآن کے طریقے کی بجائے کجی والے طریقے کے مطابق پڑھ رہا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "قرآن کریم عربی (زبان) میں ہے، کجی والا نہیں۔"

اور اگر آواز لفظ کے مخرج اور ٹھہراؤ پر اثر انداز نہیں ہوتی تو یہ صورت مباح وپسندیدہ ہے؛ کیونکہ قاری کی خوبصورت آواز کے ساتھ تلاوت میں حسن اور لوگوں میں قرآن مجید سننے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔"

کجی والے طریقے میں نہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ قرآن واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے، جس میں کسی انحراف، التباس اور اشتباہ کا خدشہ تک نہیں۔

8۔ امام نصر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ومن الأمور المحرمة التي ابتدعها القراء: القراءة بالألحان المطربة المرجعة: كترجيع الغناء فإن ذلك ممنوع لما فيه من إخراج التلاوة عن أوضاعها، وتشبيه

---

[1] الماوردي، علي بن محمد بن محمد بن حبيب البصري البغدادي، الشهير بالماوردي، الحاوي الكبير في فقه مذهب الإمام الشافعي، 17: 198۔

كلام رب العزة بالأغاني التي يقصد بها الطرب، ولم يزل السلف ينهون عن التطريب."[1]

"قرائے کرام کی اختراعات میں سے ایک حرام کام: تطریب وترجیع کے ساتھ قراءت کرنا ہے، جیسے گانا گایا جاتا ہے۔ یہ اس لئے ممنوع کام ہے کہ اس میں تلاوت (حروف) کو ان کے مخارج سے ادا نہیں کیا جاتا۔ اور (ویسے بھی) اس میں رب العزت کے کلام کو تطریب والے گانوں کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے۔ جبکہ سلف صالحین تطریب سے روکتے رہے ہیں۔"

9۔ شیخ عبداللہ بن احمد الفقیہ (محاضر بقسم القراءات بجامعة أم القرى) فرماتے ہیں:

"وَلعَّلَ التَّوسُّط في المسْئَلةِ يَليْقُ بِشَأن القُرْآن الَّذِي يَنْبَغِي للْمُسْلِم أنْ يحْسن صَوتَه بِهِ ما اسْتَطَاعَ إلَى ذلِكَ سَبيلا، وهو جَوازُ قرَاءة القُرآن بالمقَاماتِ بِشَرط عَدمِ الإخْلالِ بأَحكَام القِرَاءة ومجَانِبَة التَّطرِيب المنَافِي لمَقام القُرآن. ولَا يَنْبغِي التَّشْدِيْد في هَذا الجَانب والأمْرُ فيه سِعَة، كَيف والنَّفس بطَبيعَتِها تحِبّ سَماعَ الصَّوت الحسنِ"

"اس مسئلہ میں درمیانی رائے یہ ہے کہ ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ جس قدر اپنی آواز کو خوبصورت کر سکتا ہے کرے، مقاماتِ قرآنیہ وغیرہ کے مطابق قرآنِ مجید کو پڑھنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ قرآن کے مقام کے منافی نہ ہوں۔ اور اس مسئلہ میں شدت سے کام لینا مناسب نہیں، کیونکہ اس میں وسعت ہے۔ اور لوگوں کی طبیعتیں بھی خوبصورت آواز کو پسند کرتی ہیں۔"

جس طرح موسیقی والوں کے ہاں "مقاماتِ موسیقیہ" ہیں، جنہیں سیکھ کر وہ گانے وغیرہ گاتے ہیں۔ اسی طرح قرائے کرام نے بھی "مقاماتِ قرآنیہ" بنائے ہوئے ہیں، جنہیں بڑے تکلف کے ساتھ سیکھا سکھایا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں کئی معروف قرائے کرام "مقاماتِ قرآنیہ" کے ماہر ہیں، اور ان کے قواعد وقوانین کے مطابق تلاوت کرتے ہیں۔ جس کے ساتھ کافی تکلف پیدا ہو جاتا ہے۔

«وَالرَّهْبَانِيَّةِ وَالنَّوْحِ»

"رہبانیت اور نوحہ والے انداز میں پڑھنے کی ممانعت ہے۔"

«لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ»

[1] نهاية القول المفيد:18-21۔

ہنسلیوں سے تجاوز کا مطلب یہ ہے کہ قرآن ان پر اَثر نہیں کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول نہیں فرمائے گا۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے دو معنی بیان فرمائے ہیں:

پہلا معنی:

"لَا يَرْفَعُهَا اللهُ وَلَا يقْبَلُهَا، فَكَأَنَّهَا لَمْ تَتَجَاوَزْ حُلُوقَهمْ"

”اللہ تعالیٰ اسے اٹھاتا ہے اور نہ ہی اسے قبول کرتا ہے۔ گویا کہ وہ ان کی ہنسلیوں سے تجاوز ہی نہیں کرتی۔“

دوسرا معنی:

"أَنَّ قِرَاءَتَهُمْ لَا يَصِلُ أَثَرُهَا إِلى قُلُوبِهِمْ، فَلَا يتفَكَّرُونَ فيْه، وَلَا يعمَلُون بمُقْتضَاه، فلا يُثَابُونَ على قِراءَته، وَلَا يحْصلُ لهمْ غير بُلُوغ الصَّوتِ إِلى الحَنَاجِرِ"

”ان لوگوں کی تلاوت کا اثر ان کے دلوں پر نہیں ہوتا، تو وہ اس میں غور فکر کرتے ہیں اور نہ ہی قرآن کے تقاضوں کو بجالاتے ہیں۔ بنابریں انھیں ان کی تلاوت کا اجر نہیں دیا جاتا، اور سوائے آواز کے گلے تک پہنچنے سے مزید انھیں کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

"مفتونةٌ قُلُوبُهُمْ، وقلوبُ مَنْ يُعْجِبُهُمْ شَأْنُهُمْ"

اس انداز میں تلاوت کرنے والے قراء اور وہ لوگ بھی جو اس انداز کو سراہیں گے، فتنہ میں مبتلا ہوں گے۔

حاصلِ کلام

1. مذکورہ بالا سیدنا حذیفہ والی روایت قطعی طور پر متعدد وجوہ کی بناء پر ضعیف ہے۔ اور ضعیف روایت ناقابلِ احتجاج ہے۔
2. لحونِ عرب سے مراد عرب کے لہجات میں قرآن کی تلاوت کرنا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خوبصورت آواز سے درد کے ساتھ پڑھنا کہ قاری اور سامع سب پر اثر ہو، اور دلوں میں اللہ کا خوف اور خشوع پیدا ہو، اور تجوید کے قواعد کی رعایت باقی رہے، کلمات اور حروف میں کمی اور بیشی نہ ہو۔
3. عرب کی پیروی کا حکم اس لیے صادر ہوا کہ قرآنِ مجید ان کی زبان میں نازل ہوا ہے، اور اہلِ زبان ہی

اپنی زبان کی اَدائیگی کو زیادہ سمجھتے ہیں۔

4. ”مقاماتِ قرآنیہ“ کے حوالے سے معتدل رائے: ایک تو یہ ہے کہ قاری اپنے انداز میں بلا تکلف اس طرح تلاوت کرے کہ اتفاقاً وہ ان ”مقاماتِ قرآنیہ“ کے موافق آجائے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، لیکن تکلف کے ساتھ انھیں سیکھنا اور اس کے مطابق خاص مقامات کی مشق کرنا۔ اس پر علمائے عرب اب تک نقد کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض علمائے کرام ”مقاماتِ قرآنیہ“ کو ”مقاماتِ موسیقیہ“ ہی قرار دیتے ہیں۔

5. مروجہ محافل میں جو قراء مصری لہجات وغیرہ میں تلاوت کرتے ہیں اور بزعم خویش انہیں عربی سمجھتے ہوئے خوش ہوتے ہیں کہ ہم «اقرءوا القرآن بلحون العرب وأصواتها»والی روایت کے مصداق ہیں۔ ان کا یہ زعم درست نہیں، کیونکہ مصری خالص عرب نہیں ہیں، ویسے بھی ان میں سے اکثریت کی تلاوتیں مبنی بر تکلف ہوتی ہیں۔